البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ ھود

(۱)

الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
اِلَّا اللّٰہَ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ

یہ سورۂ 'الر' ہے[۱۲۰]۔ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں پہلے محکم کی گئیں، پھر خداے حکیم وخبیر کی طرف سے اُن کی تفصیل کی گئی ہے[۱۲۱] کہ تم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو[۱۲۲]۔ میں اُس کی طرف سے تمھیں خبردار کرنے

۱۲۰؎ یہ سورہ کا نام ہے۔ اِس کے معنی کیا ہیں؟ اِس کے متعلق ہم نے اپنا نقطۂ نظر سورۂ بقرہ (۲) کی آیت ۱ کے تحت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

۱۲۱؎ یعنی پہلے ایجاز، جامعیت اور اختصار کا طریقہ اختیار کیا گیا، پھر اُنھی گٹھے ہوئے، جامع اور مختصر گویا دریا بہ کوزہ جملوں کی تفصیل کر دی گئی۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''...اِس چیز کا حوالہ دینے سے مقصود اُس اہتمام خاص کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا ہے جو اُن کی تعلیم و تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اِس کتاب میں ملحوظ رکھا ہے... آخر میں حکیم وخبیر کی صفات کا حوالہ ہے، اِس لیے کہ خداے حکیم ہی جان سکتا تھا کہ وہ حکمت کے خزانوں کو کس طرح مختصر لفظوں میں بند کرے اور پھر خداے خبیر ہی کی یہ شان تھی کہ وہ کھول کر دکھائے کہ ایک کوزے میں کتنے دریا اور کتنے سمندر بند ہیں۔'' (تدبرقرآن ۴/ ۱۰۷)

يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَاِنْ تَوَلَّوْا
فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿٣﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤﴾
اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ
مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٥﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ

والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔ اور یہ کہ تم اپنے پروردگار سے معافی چاہو، پھر اُس کی طرف رجوع کرو، وہ تمھیں ایک متعین مدت تک اچھی طرح بہرہ مند کرے گا اور ہر اُس شخص کو جو اُس کے فضل کا مستحق ہے، اپنے فضل سے نوازے گا۔ لیکن اگر منہ پھیرو گے تو میں تمھارے اوپر ایک بڑے ہول ناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔[۱۲۳] تم سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔[۱۲۴] ۱-۴

اِنھیں دیکھتے ہو، یہ اپنے سینے موڑتے ہیں کہ خدا سے چھپ جائیں۔ خبردار، جب (اِسی مقصد سے) اپنے اوپر چادریں لپیٹتے ہیں، (یہ اُس وقت بھی اُس کی نظر میں ہوتے ہیں)۔[۱۲۵] وہ جانتا ہے جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اُن بھیدوں سے بھی واقف ہے جو سینوں میں ہوتے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۲۲؎ یہ قرآن کا بنیادی پیغام ہے جو انبیا علیہم السلام کی دعوت میں ہر جگہ کم و بیش اِنھی الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

۱۲۳؎ یہ اُس انذار و بشارت کی تفصیل کر دی ہے جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ بڑے ہول ناک دن کے عذاب سے مراد وہی عذاب ہے جو رسولوں کے منکرین پر اِسی دنیا میں آ جاتا ہے اور وہ یک قلم ختم کر دیے جاتے ہیں۔

۱۲۴؎ اِس ابہام کے اندر جو تخویف ہے، وہ اگر غور کیجیے تو ہر صراحت سے بڑھ گئی ہے۔

۱۲۵؎ سینہ موڑنا اور چادر لپیٹ کر چل دینا، یہ دونوں تعبیریں اُن کے گریز و فرار کی تصویر کے لیے ہیں، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انذار سے بچنے کے لیے آپ کی بات کو نظر انداز کرتے اور جہاں آپ بیٹھے ہوتے، وہاں سے متکبرانہ نکل جانے کی کوشش کرتے تھے۔ فرمایا کہ اِنھیں دیکھو، یہ اُس سے چھپنا چاہتے ہیں جو اِن کے سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔ اِس سے بڑھ کر حماقت کیا ہو سکتی ہے۔ جس میں یہ تمھارے انذار کے بعد مبتلا ہو

اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶﴾

وَھُوَالَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ

لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ

ہیں۔ زمین پر چلنے والا کوئی جان دار نہیں ہے، جس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔ وہ اُس کے ٹھکانے کو بھی جانتا ہے اور اُس جگہ کو بھی جہاں وہ (مرنے کے بعد زمین کے) سپرد کیا جائے گا۔ یہ سب ایک کھلی کتاب میں درج ہے[۱۲۶]۔ ۵-۶

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے[۱۲۷] اور (تمھاری پیدایش سے پہلے) اُس کا عرش پانی پر تھا[۱۲۸] ـــــ اِس لیے (پیدا کیا ہے) کہ تم کو آزما کر دیکھے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے

گئے ہیں۔

۱۲۶؎ اِن آیتوں میں انذار کے جو تہ در تہ پہلو ہیں، اُنھیں کھول دیجیے تو جو مضمون سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ خدا سے کیا چھپانا چاہتے ہو؟ اُس کا علم تو ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جو ہر جان دار کو جہاں کہیں بھی وہ ہو، اُس کی روزی پہنچا سکتا ہے، اُس سے تمھاری کوئی چیز کس طرح مخفی ہو سکتی ہے؟ تم بھی اُسی کے رزق پر پلتے، مگر اُس کی دعوت سے گریز کرتے ہو۔ یاد رکھو، خدا تمھارے ٹھکانوں سے بھی واقف ہے اور مرنے کے بعد جس زمین کے سپرد کیے جاؤ گے، اُسے بھی جانتا ہے۔ ایک دن آئے گا، جب زمین یہ امانت اپنے پروردگار کے حوالے کرے گی اور تم جواب دہی کے لیے پیش کر دیے جاؤ گے۔ اُس کے لیے ہر چیز ایک کھلی کتاب میں درج کر کے محفوظ کر لی گئی ہے۔

۱۲۷؎ یہ اللہ کے ایام ہیں جن کے بارے میں قرآن نے صراحت فرمائی ہے کہ ہمارے حساب سے ہزار سال کے برابر بھی ہوتے ہیں اور پچاس ہزار سال کے برابر بھی۔ مدعا یہ ہے کہ دنیا کا ظہور کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے، بلکہ یہ خدا کے ارادے سے، اُس کی اسکیم کے مطابق اور ایک ترتیب و حکمت کے ساتھ وجود میں آئی ہے۔ چنانچہ یہ بے مقصد نہیں ہو سکتی، اِس کے پیچھے لازماً ایک غایت ہے جو جلد یا بدیر ظہور میں آ کر رہے گی۔

۱۲۸؎ یعنی اس سے پہلے یہ کرۂ ارض پانی ہی پانی تھا اور خدا کی حکومت بھی اِسی پانی پر قائم تھی۔ زمانۂ رسالت میں لوگ قرآن کے اِس بیان پر اظہار تعجب کر سکتے تھے، مگر دور حاضر کی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کے بارے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷﴾ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ
اِلٰٓی اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُهٗ اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْھِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْھُمْ وَحَاقَ
بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰھَا
مِنْهُ اِنَّهٗ لَیَئُوْسٌ کَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ ذَھَبَ
السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾

والا ہے[۱۲۹]۔ اب (اے پیغمبر)، اگر تم اِن سے کہتے ہو کہ (لوگو)، مرنے کے بعد تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے تو یہ منکرین فوراً بول اٹھیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے[۱۳۰]۔ اور اگر کچھ مدت کے لیے ہم اِن سے عذاب کو ٹال دیں گے[۱۳۱] تو ضرور پوچھیں گے کہ اسے کیا چیز روکے ہوئے ہے؟ سنو، جس دن وہ اِن کے اوپر آ پڑے گا تو اِن سے پھیرا نہ جا سکے گا اور وہی چیز اِن کو آ گھیرے گی جس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ ہم اُس کو اپنے کسی فضل سے نوازتے ہیں، پھر اُس سے اُسے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہو جاتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے اور اگر کسی تکلیف کے بعد جو اُس کو پہنچی تھی، ہم اُسے نعمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ میری مصیبتیں مجھ سے دور ہوئیں۔ (پھر) وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے والا بن جاتا ہے[۱۳۲]۔ اِس سے وہی مستثنیٰ ہیں جو صبر کرنے والے اور اچھے عمل کرنے والے ہیں۔ اُنھی کے

میں یہی حقیقت ہے جو قرآن نے صدیوں پہلے بیان کر دی تھی۔

۱۲۹؎ یہ اُس غایت کا بیان ہے جس کے لیے دنیا اہتمام کے ساتھ اور چھ دن میں پیدا کی گئی ہے جو ہمارے حساب سے ہزاروں لاکھوں سال کے برابر ہو سکتے ہیں۔ انسان کو ارادے کی آزادی اور خیر و شر میں امتیاز کی صلاحیت اِسی مقصد سے دی گئی ہے۔ اُس کا خالق دیکھ رہا ہے کہ وہ خیر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا شر کا۔ اُسے بتا دیا گیا ہے کہ اپنے اِس انتخاب کے لیے وہ ایک دن جواب دہ ٹھیرایا جائے گا اور اِس کی جزا یا سزا پائے گا۔

۱۳۰؎ یعنی زبان و بیان کی جادوگری ہے، اِس سے زیادہ اِس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۱۳۱؎ یعنی اُس عذاب کو جو رسولوں کی تکذیب کے نتیجے میں لازماً آتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡكَ وَ ضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدۡرُكَ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا لَوۡلَاۤ
اُنۡزِلَ عَلَیۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ نَذِیۡرٌ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ وَّكِیۡلٌ ﴿۱۲﴾
اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَیٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ

لیے مغفرت بھی ہے اور بڑا اجر بھی۔ ۷-۱۱

سو (اے پیغمبر)، تم پر جو وحی کی جا رہی ہے، تم (اِن کے اِس رویے کی وجہ سے) اُس میں سے شاید کچھ چھوڑنا چاہتے ہو[۱۳۳] اور اِس بات پر تنگ دل ہو رہے ہو کہ یہ لوگ کہیں گے کہ اِس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا یا اِس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا۔ (حقیقت یہ ہے کہ) تم تو صرف خبردار کرنے والے ہو اور (آگے) ہر چیز اللہ کے حوالے ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اِسے خود گھڑ لیا ہے[۱۳۴]؟ اِن

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۳۲؎ یہ بات اگرچہ لفظ ’انسان‘ کے ساتھ کہی گئی ہے، لیکن مراد وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر سے آ رہا ہے۔ اُن سے منہ پھیر کر ایک کلیے کے انداز میں بتایا ہے کہ یہ معاملہ اُنھی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ انسان کی بدقسمتی ہے کہ عام طور پر وہ یہی کرتا ہے۔

۱۳۳؎ یعنی وہ چیزیں پیش کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہو جو تمھارے مخاطبین کو پسند نہیں ہیں۔ اِس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ فی الواقع ایسا کرنا چاہتے تھے۔ یہ درحقیقت پیش بندی کا جملہ اور حالات کی سنگینی، مخالفانہ ردعمل کی شدت اور طنز و استہزا کے طوفان میں پامردی اور استقامت کی تلقین ہے جو اِس اسلوب میں کی گئی ہے تاکہ اِس طرح کا کوئی خیال بھی آپ کے دل میں نہ گزرے۔ آیت میں لفظ ’لَعَلَّ‘ اِسی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ خطاب میں جو تیزی محسوس ہوتی ہے، اُس کا رخ بھی، اگر غور کیجیے تو اُنھی معاندین کی طرف ہے جو اپنے رویے سے یہ صورت حال پیدا کر رہے تھے۔

۱۳۴؎ یہ استفہام اظہار تعجب کے لیے ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...اوپر کے اعتراضات تو سادہ اسلوب میں نقل کر دیے ہیں، لیکن قرآن کو پیغمبر کی گھڑی ہوئی کتاب قرار دینا ایک نہایت عجیب بات تھی، بالخصوص اُن لوگوں کی زبان سے جو کلام کے حسن و قبح کے نقاد اور اُس کے ایجاز و اعجاز کے قدردان بھی تھے اور موازنے اور مقابلے کے لیے اُن کے پاس اپنے چوٹی کے شاعروں اور خطیبوں کے کلام کا ایک دفتر بھی موجود تھا۔ اِس وجہ سے اِس کا ذکر تعجب کے اسلوب میں فرمایا۔“ (تدبر قرآن ۴/ ۱۱۲)

مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ
بِعِلۡمِ اللّٰہِ وَ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۴﴾

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتَہَا نُوَفِّ اِلَیۡہِمۡ اَعۡمَالَہُمۡ فِیۡہَا وَ ہُمۡ فِیۡہَا
لَا یُبۡخَسُوۡنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَیۡسَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا النَّارُ ۫ۖ وَ حَبِطَ مَا

سے کہو، پھر تم بھی اِسی طرح کی گھڑی ہوئی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا جن کو بلا سکتے ہو، بلا لو، اگر تم سچے ہو[۱۳۵]۔ سو اگر وہ تمھاری مدد کو نہ پہنچیں تو جان لو کہ یہ اللہ کے علم سے نازل ہوا ہے اور یہ بھی کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے[۱۳۶]۔ پھر کیا تم مانتے ہو؟ ۱۲-۱۴

(یہ اِس لیے منکر ہو رہے ہیں کہ دنیا کی زندگی نے اِنھیں دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ اِنھیں بتا دو کہ) جو دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت چاہتے ہیں، ہم اُن کے اعمال کا بدلہ اُن کو یہیں چکا دیتے ہیں اور اُس میں اُن کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں

۱۳۵؎ یعنی اپنے اِس گمان میں سچے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کتاب اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کر رہے ہیں تو اِس کا فیصلہ نہایت آسانی کے ساتھ اِسی طرح ہو سکتا ہے کہ اِس شان کی دس سورتیں تم بھی بنا لاؤ۔ تمھارے گمان کے مطابق یہ کام اگر بغیر کسی علمی اور ادبی پس منظر کے تمھاری قوم کے ایک فرد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کر سکتے ہیں تو تمھیں بھی اِس میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے۔ سورۂ طور ۵۲ کی آیات ۳۳-۳۴ میں یہی بات 'بِحَدِیۡثٍ مِّثۡلِہٖۤ' کے الفاظ میں فرمائی ہے۔ یہ سورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مرحلۂ انذار عام کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ اِس سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن نے یہ مطالبہ منکرین کے سامنے پہلے بالاجمال پیش کیا، پھر اِسی اجمال کو حسب موقع مختلف الفاظ میں کھول دیا ہے۔ اِس میں کوئی ترتیب و تدریج ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۳۶؎ اِس آیت میں خطاب براہ راست ہو گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ تمھارے معبود اگر اِس موقع پر بھی تمھاری مدد کو نہ پہنچیں تو مان لو کہ یہ علم الٰہی کا فیضان ہے۔ چنانچہ تم سب مل کر بھی اِس شان کی کوئی چیز پیش نہیں کر سکتے اور اِس کا یہ دعویٰ بھی بالکل سچا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

۱۳۷؎ یہ ایک سنت الٰہی کے حوالے سے اُن کے مغالطے پر تنبیہ فرمائی ہے کہ جو لوگ دنیا کے طالب ہوتے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٧﴾

ہے[137]۔ دنیا میں جو کچھ اُنھوں نے بنایا، وہ سب ملیا میٹ ہوا اور اُن کا کیا دھرا اب باطل ہے۔ ۱۵-۱۶

سو کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک برہان[138] پر ہے، پھر (اُس کی تائید میں) اُس کے بعد ایک گواہ بھی اُس کے پروردگار کی طرف سے آ جاتا ہے[139] اور اُس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی رہنما اور رحمت[140] کے طور پر آئی ہوئی موجود ہے، (اِس قرآن کا انکار کر سکتا ہے[141]؟ ہرگز نہیں)۔ اِس طرح کے لوگ تو اِس پر ایمان ہی لائیں گے۔ اور (تمھارے مخاطبین کے) اِن گروہوں میں جو شخص بھی اِس کا منکر ہوگا، اُس کے لیے وعدے کی جگہ دوزخ ہے۔ اِس لیے، (اے پیغمبر) تم اِس کے بارے میں کسی

ہیں، اُسی کے لیے جیتے، اُسی کے لیے مرتے اور آخرت سے بالکل بے پروا ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں، اُن کا حساب اللہ تعالیٰ جس کو جتنا دینا چاہتا ہے، دے کر اِسی دنیا میں بے باق کر دیتا ہے اور اُن کی تمام کارگزاریوں کا پھل اُنھیں یہیں مل جاتا ہے۔ اِس سے وہ اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ آخرت اگر ہوئی بھی تو اُس میں بھی وہی خدا کے محبوب ہوں گے۔ فرمایا کہ اُنھیں معلوم ہونا چاہیے کہ آخرت میں اُن کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۱۳۸؎ اِس سے مراد وہ نور فطرت ہے جو حق و باطل اور خیر و شر کے مبادی میں امتیاز کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود انسان کے اندر ودیعت کر دیا ہے۔

۱۳۹؎ یعنی وحی الٰہی جو 'نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ' (روشنی پر روشنی) ہو کر آتی اور انسانی فطرت کے اندر خدا کے ودیعت کردہ مبادی کی تصدیق کر دیتی ہے۔ لفظ 'يَتْلُوْهُ' میں ضمیر مذکر آئی ہے۔ اِس کا مرجع لفظ 'بَيِّنَة' ہے، لیکن اُس کی تانیث چونکہ غیر حقیقی ہے، اِس لیے یہ معنی کے لحاظ سے آ گئی ہے۔

۱۴۰؎ یعنی دنیا میں رہنما اور آخرت میں خدا کی رحمت جو ایمان والوں کو لازماً اپنے دامن میں لے لے گی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

شک میں نہ پڑو۔[142] یہ حق ہے تمھارے پروردگار کی طرف سے، مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔ (اِنھیں بتادو کہ) اُن سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ گھڑیں؟[143] وہ اپنے پروردگار کے حضور پیش کیے جائیں اور گواہی دینے والے[144] گواہی دیں گے کہ یہی ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ گھڑا تھا۔ سنو، اللہ کی لعنت ہے اُن ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اُس میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں[145] اور وہی

۱۴۱؎ اِس طرح کے استفہامیہ جملوں میں بعض اوقات کلام کا ایک حصہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ ہم نے اُسے کھول دیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ قرآن کا انکار اِس طرح کے دنیا پرست ہی کر سکتے ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے، اِس لیے کہ اُن کی غلط روی کی وجہ سے اُن کی فطرت کا نور بجھ چکا ہوتا ہے اور جن کی فطرت کا نور بجھ چکا ہو، وہ قرآن پر ایمان لانے والے نہیں بن سکتے۔ اِس سے، اگر غور کیجیے تو اللہ تعالیٰ نے ایک لطیف اشارہ اُن اہل کتاب کی طرف بھی کر دیا ہے جو اگرچہ ابھی پوری طرح سامنے تو نہیں آئے تھے، لیکن اندر اندر مخالفت کے لیے تیار ہو رہے تھے۔

۱۴۲؎ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شامت زدہ لوگ قرآن کو جھٹلا رہے ہیں تو جھٹلائیں، اِن کے اِس رویے پر تمھیں کسی الجھن میں نہیں پڑنا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے یہ بات درحقیقت اُنھی بدبختوں کو سنائی گئی ہے جو قرآن کی مخالفت کے درپے تھے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ”... اِس طرح کے جملوں میں جو عتاب ہوتا ہے، اُس کا رخ... مخالفین کی طرف ہوتا ہے، لیکن وہ لائق التفات نہیں رہ جاتے، اِس وجہ سے اُن کو خطاب کر کے بات براہ راست کہنے کی بجائے پیغمبر کو خطاب کر کے کہہ دی جاتی ہے۔ زجر و ملامت کا یہ اسلوب بسا اوقات براہ راست زجر و تنبیہ سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔ قرآن میں اِس کی نہایت دلآویز مثالیں موجود ہیں۔“ (تدبر قرآن ۴/ ۱۱۸)

۱۴۳؎ یعنی اُس کے شریک ٹھیرائیں۔ قرآن میں یہ تعبیر شرک کے لیے بھی اختیار کی گئی ہے اور اپنی طرف سے تحلیل و تحریم کے لیے بھی، جو شرک ہی کی ایک صورت ہے۔ سیاق و سباق سے واضح ہے کہ یہاں شرک ہی مراد ہے۔

أُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ
يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾
أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ
فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا
اِلٰى رَبِّهِمْ أُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ
كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

آخرت کے منکر ہیں۔ وہ زمین میں خدا کی گرفت سے باہر نہیں تھے اور نہ خدا کے سوا اُن کا (وہاں) کوئی حمایتی تھا۔ (تاہم جو ڈھیل ہم نے اُنھیں دے رکھی تھی، اُس کی بنا پر وہ یہی سمجھتے رہے)۔ اُنھیں اب دہرا عذاب[۱۴۶] دیا جائے گا۔ (اِس لیے کہ) نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے تھے[۱۴۷]۔ وہی ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا اور جو کچھ گھڑتے تھے، وہ سب اُن سے کھویا گیا۔ اِس میں شک نہیں کہ آخرت میں وہی سب سے زیادہ گھاٹے میں ہوں گے۔ (اِس کے برخلاف) جو ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے عمل کیے اور اپنے پروردگار کی طرف جھکے رہے، وہی جنت کے لوگ ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اِن دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور ایک دیکھنے والا اور سننے والا[۱۴۸]۔ کیا دونوں یکساں ہو جائیں گے؟ پھر کیا سوچتے نہیں ہو۔ ۱۷-۲۴

۱۴۴؎ یہ گواہی خدا کے پیغمبر بھی دیں گے جنھیں اتمام حجت کے لیے بھیجا گیا اور اُس کے فرشتے بھی جو لوگوں کے اعمال کا ریکارڈ رکھنے پر مامور ہیں۔

۱۴۵؎ یعنی توحید کی صراط مستقیم سے ہٹا کر لوگوں کو مشرکانہ عقائد کی بھول بھلیاں میں الجھانا چاہتے ہیں۔

۱۴۶؎ دہرا اِس لیے کہ یہ خود بھی خدا کی راہ سے رکے اور دوسروں کو بھی روکے رہے۔

۱۴۷؎ مطلب یہ ہے کہ نہ اللہ و رسول کی بات سننے کے لیے تیار تھے اور نہ انفس و آفاق میں خدا کی نشانیاں دیکھ کر اُن سے کوئی سبق حاصل کرتے تھے۔

۱۴۸؎ یہ اُنھی منکرین کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر اوپر 'مَا کَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا کَانُوْا یُبْصِرُوْنَ' کے الفاظ میں ہوا ہے۔

[باقی]

''روزے کی عبادت ...اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ آدمی اپنی خواہشوں پر قابو پا سکے۔ یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب آدمی اس مقصد کو روزوں میں ملحوظ رکھے اور ان رغبتوں کو حتی الامکان دبائے جن کے آگے اپنی روزمرہ زندگی میں وہ اکثر بے بس ہو جایا کرتا ہے اور یہ بے بسی اس کو بہت سی اخلاقی اور شرعی کمزوریوں میں مبتلا کر دیتی ہے، لیکن بہت سے لوگ اس مقصد کو بالکل ملحوظ نہیں رکھتے، ان کے نزدیک روزے کا مہینا خاص کھانے پینے کا مہینا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ اس مہینے میں کھانے پینے پر جتنا بھی خرچ کیا جائے، خدا کے ہاں اس کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ اس خیال کے لوگ اگر — خوش قسمتی سے — کچھ خوش حال بھی ہوتے ہیں تو پھر تو فی الواقع ان کے لیے روزوں کا مہینا کام و دہن کی لذتوں سے متمتع ہونے کا موسم بہار ہی بن کے آتا ہے۔ وہ روزے کی پیدا کی ہوئی بھوک اور پیاس کو نفس کشی کے بجائے نفس پروری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ وہ صبح سے لے کر شام تک طرح طرح کے پکوانوں کے پروگرام بنانے اور ان کے تیار کرانے میں اپنے وقت صرف کرتے ہیں اور افطار سے لے کر سحر تک اپنی زبان اور اپنے پیٹ کی تواضع میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ میں ایک ایسے بزرگ سے واقف ہوں جو ایک دین دار آدمی تھے، لیکن ان کا نظریہ یہ تھا کہ رمضان کا مہینا کھانے پینے کا خاص مہینا ہے۔ چنانچہ اس نظریہ کے تحت وہ رمضان کے مہینے کے لیے کھانے پینے کی مختلف چیزوں کا اہتمام بہت پہلے سے شروع کر دیتے تاکہ رمضان میں ان کی تنوعات سے متمتع ہوسکیں۔'' (تزکیۂ نفس، مولانا امین احسن اصلاحی ۲۴۸)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org